کیسے کہوں فرس سے زمین پر گئے حسینؑ — رستے میں اِک مقام تھا جس پر رُکے حسینؑ
تاریخ کہہ رہی ہے معلق ہوئے حسینؑ — مسند پہ ناوکوں کی تڑپتے رہے حسینؑ
اندازِ ظلم دونوں جہاں کو رُلا گئے
قاتل کے پاؤں سینۂ قرآں پہ آ گئے

تیروں پہ بے وطن کا بدن، ظلم کا دباؤ — سینے کے زخم چومنے آئے کمر کے گھاؤ
بولی زمین، اے مرے آقا نجف سے آؤ — زہراؑ کا چاند ڈوبنے والا ہے دیکھ جاؤ
سجدے میں کٹ رہا ہے گلا نورِ عین کا
منہ چومتا ہے کعبہ تمہارے حسینؑ کا

سر کٹ گیا غریب کا رقصاں ہوئے سوار — اُڑنے لگے غبار کی صورت ستم شعار
ٹاپوں کی زد میں آ گیا زہراؑ کا گلعذار — بکھرا بدن تو خود نکل آئے بدن کے خار
مطلق ہوا نہ خوفِ خدا فوجِ شام کو
روندا گیا صحیفۂ خیرالانامؐ کو

نیزے پہ جلوہ گر ہوا کعبے کا پاسباں — قرآں نے دی صدا مرا سورج ہوا عیاں
شہنائیاں کہیں تھیں، کہیں محشرِ فغاں — خیموں سے اہلبیتؑ کے اُٹھنے لگا دھواں
سیدانیاں تڑپتی تھیں شعلوں کی چھاؤں میں
زنجیر تھی محافظِ کعبہ کے پاؤں میں

کچھ دیر بعد شامِ غریباں کی تھی پکار — اب کون ہے غریب اسیروں کا غمگسار
عباسؑ کو خبر نہیں بچے ہیں اشکبار — بالوں سے منہ چھپائے ہیں کعبے کے پردہ دار
پردیس میں بتولؑ کی جاگیر لُٹ گئی
اکبرؑ کہاں ہیں، چادرِ تطہیر لُٹ گئی

عابدؑ کی جا نماز وہ خاکسترِ خیام — ہتھکڑیوں میں اذان و اقامت کا انتظام
طوقِ گراں کے ساتھ جو سجدہ کیا تمام — کعبے نے کربلا کی زمیں کو کیا سلام
مطلب یہ تھا عظیم حسینیؑ نظام ہے
کردارِ اہلبیتؑ سے کعبے کا نام ہے

◆◆

بے ثباتیِ عالم

(دنیا کی بے ثباتی اور کربلا میں پائیدار زندگی کے مناظر)

۷۲ بند۔ ۱۹۸۱ء

◆◆

www.emarsiya.com

❖❖

گذرنے والے بڑی شان سے گذرتے ہیں
پہن کے آخری خلعت بہت سنورتے ہیں
قضا کے فرش پہ جب خواب میں نکھرتے ہیں
ہم ان پہ مرتے ہیں، یہ بے رُخی پہ مرتے ہیں
ہزار اشک بہیں آنکھ کھولتے ہی نہیں
تڑپ تڑپ کے پکارو، یہ بولتے ہی نہیں

❖❖

بے ثباتیٔ عالم

مسافرانِ عدم کا سفر، ارے توبہ — بس ایک پل میں اِدھر سے اُدھر ارے توبہ
یہ پردہ پوشیِ اہلِ نظر ارے توبہ — زمیں نگلتی ہے شمس و قمر ارے توبہ
خموشیاں ہیں مسلّط مقامِ حیرت ہے
کوئی خبر ہی نہیں، یہ خبر قیامت ہے

عجیب صاحبِ دل ہیں، یہ رہروانِ عدم — نہ ان کو جان کی پروا نہ ان کو مال کا غم
کوئی غریب ہو، ٹوٹے کسی پہ کوہِ الم — یہ طالبانِ سفر دیکھتے نہیں موسم
کوئی جو کہتا ہے کیوں چشمِ التفات نہیں
یہ بند آنکھوں سے کہتے ہیں، کوئی بات نہیں

زمانے بھر سے نرالا ہے ان کا عزمِ سفر — نہ مشورے کی ضرورت، نہ گفتگو کا اثر
خیال بھائیوں کا، اور نہ مامتا کی خبر — بلا سے ان کی جو بے ہوش ہوگئی خواہر
تمام چاہنے والے تو جان کھوئیں گے
انہیں یہ ضد ہے کہ جنگل میں جا کے سوئیں گے

www.emarsiya.com

نہ جانے ان کی نظر میں ہے کس چمن کی بہار — بڑی خوشی سے بھلاتے ہیں اپنے باغ کا پیار
نہ جانے قبر کی مٹی ہے کس محل کا خمار — پکارتے ہیں سجائے ہوئے درودیوار
ہر ایک رشتۂ ماحول توڑ دیتے ہیں
یہ جانے والے بھرے گھر کو چھوڑ دیتے ہیں

بڑے خلیق، مگر اب، نگاہِ خُلق نہیں — بڑے کلیم، مگر اب خموشیوں کے امیں
وہ کل کی بات عزیزوں سے گفتگوئے حسیں — یہ آج سب سے جُدائی ہے اور خاکِ زمیں
کہاں پہ حلقۂ اہلِ عدم نے گھیر لیا
ملا ہے کون کہ منہ دوستوں سے پھیر لیا

کوئی ہے جس نے عیاں کر دیے نشیب و فراز — کوئی ہے جس کی صدا پر فدا ہوئی آواز
کوئی ہے جس پہ نچھاور ہوئی طبیعتِ ناز — کوئی ہے جس کی تڑپ میں رکا ہے قلب کا ساز
دعائیں ہم نے تو کیں ان کی زندگی کے لئے
یہ خاک چھاننے نکلے ہیں اب کسی کے لئے

گذرنے والے بڑی شان سے گذرتے ہیں — پہن کے آخری خلعت بہت سنورتے ہیں
قضا کے فرش پہ جب خواب میں نکھرتے ہیں — ہم ان پہ مرتے ہیں یہ بے رُخی پہ مرتے ہیں
ہزار اشک بہیں آنکھ کھولتے ہی نہیں
تڑپ تڑپ کے پکارو، یہ بولتے ہی نہیں

قدم قدم تھا جنہیں دلنوازیوں کا خیال — وہ کاش جانتے کیا ہوگا اُن کے دل کا مآل
جو پوچھتے تھے محبت سے اہلِ درد کا حال — خود اپنے درد سے دُنیا کو کر رہے ہیں نڈھال
دوا نصیب نہیں ہے تو آہیں بھرتے ہیں
غریب، اپنا مسیحا تلاش کرتے ہیں

عجب مقامِ تحیّر ہے موت کی وادی — شماریات سے بالا ہے اس کی آبادی
پلٹ کے آیا نہ کوئی بھی نقشِ فریادی — کہ جیسے مل گئی دنیا کے غم سے آزادی
یہاں ضعیفی و تاب و تواں کی قید نہیں
یہ وہ سفر ہے کہ پیرو جواں کی قید نہیں

کسے پسند نہیں ہے سکوتِ غیب کی سیر — وہی بھلائے یہ منزل جسے ہوا پنے سے بَیر
نہ کوئی اپنا ہے اپنا، نہ کوئی غیر ہے غیر — ہر ایک درد چلا ہے بُھلا کے منطقِ طیر
کوئی بہانہ، کوئی عذر، چل نہیں سکتا
یہاں تو وقت بھی پہلو بدل نہیں سکتا

مسافروں سے کوئی یہ سوال بھی تو کرے — کھِلیں گے کیسے یتیمی کی دھوپ میں غنچے
خدانخواستہ گھیریں جو وقت کے شعلے — وہ کون ہے جو یتیموں کی زندگی سمجھے
تسلیوں سے کلیجے بسا کے جاتے ہیں
سفر میں جاتے ہیں لیکن بتا کے جاتے ہیں

یہ کیا! گئے تو پلٹ کر سلام ہے نہ دُعا — یہ کیا! کسی سے کوئی ربط و ضبط ہی نہ رہا
عریضہ خاک لکھیں ہم، نہ کچھ اتہ نہ پتا — اگر کسی سے کبھی پوچھ لیں ہنسے دنیا
کوئی بتائے یہ کیا طرزِ غمگساری ہے
یہاں تو دل کی کراہوں پہ سنگ باری ہے

ابھی طنابِ نفس میں بندھی ہوئی تھی حیات — اجل نے بند جو کھولے بدل گئے دن رات
ابھی لبوں کا تبسّم تھے نقرئی لمحات — اجل نے سانس جو لی زہر بن گئے حالات
چلی ہوائے تغیّر گلاب ٹوٹ گیا
تڑپ کے رہ گئیں موجیں حباب ٹوٹ گیا

www.emarsiya.com

نہ جانے ان کی نظر میں ہے کس چمن کی بہار — بڑی خوشی سے بھلاتے ہیں اپنے باغ کا پیار
نہ جانے قبر کی مٹی ہے کس محل کا خمار — پکارتے ہیں سجائے ہوئے درودیوار
ہر ایک رشتۂ ماحول توڑ دیتے ہیں
یہ جانے والے بھرے گھر کو چھوڑ دیتے ہیں

بڑے خلیق، مگر اب، نگاہِ خُلق نہیں — بڑے کلیم، مگر اب خموشیوں کے امیں
وہ کل کی بات عزیزوں سے گفتگوئے حسیں — یہ آج سب سے جُدائی ہے اور خاکِ زمیں
کہاں پہ حلقۂ اہلِ عدم نے گھیر لیا
ملا ہے کون کہ منہ دوستوں سے پھیر لیا

کوئی ہے جس نے عیاں کر دیے نشیب و فراز — کوئی ہے جس کی صدا پر فدا ہوئی آواز
کوئی ہے جس پہ نچھاور ہوئی طبیعتِ ناز — کوئی ہے جس کی تڑپ میں رکا ہے قلب کا ساز
دعائیں ہم نے تو کیں ان کی زندگی کے لئے
یہ خاک چھاننے نکلے ہیں اب کسی کے لئے

گذرنے والے بڑی شان سے گذرتے ہیں — پہن کے آخری خلعت بہت سنورتے ہیں
قضا کے فرش پہ جب خواب میں نکھرتے ہیں — ہم ان پہ مرتے ہیں یہ بے رُخی پہ مرتے ہیں
ہزار اشک بہیں آنکھ کھولتے ہی نہیں
تڑپ تڑپ کے پکارو، یہ بولتے ہی نہیں

قدم قدم تھا جنہیں دلنوازیوں کا خیال — وہ کاش جانتے کیا ہوگا اُن کے دل کا مآل
جو پوچھتے تھے محبت سے اہلِ درد کا حال — خود اپنے درد سے دُنیا کو کر رہے ہیں نڈھال
دوا نصیب نہیں ہے تو آہیں بھرتے ہیں
غریب، اپنا مسیحا تلاش کرتے ہیں

عجب مقامِ تحیّر ہے موت کی وادی — شماریات سے بالا ہے اس کی آبادی
پلٹ کے آیا نہ کوئی بھی نقشِ فریادی — کہ جیسے مل گئی دنیا کے غم سے آزادی
یہاں ضعیفی و تاب و تواں کی قید نہیں
یہ وہ سفر ہے کہ پیرو جواں کی قید نہیں

کسے پسند نہیں ہے سکوتِ غیب کی سیر — وہی بھلائے یہ منزل جسے ہوا پنے سے بَیر
نہ کوئی اپنا ہے اپنا، نہ کوئی غیر ہے غیر — ہر ایک درد چلا ہے بُھلا کے منطقِ طیر
کوئی بہانہ، کوئی عذر، چل نہیں سکتا
یہاں تو وقت بھی پہلو بدل نہیں سکتا

مسافروں سے کوئی یہ سوال بھی تو کرے — کھِلیں گے کیسے یتیمی کی دھوپ میں غنچے
خدانخواستہ گھیریں جو وقت کے شعلے — وہ کون ہے جو یتیموں کی زندگی سمجھے
تسلیوں سے کلیجے بسا کے جاتے ہیں
سفر میں جاتے ہیں لیکن بتا کے جاتے ہیں

یہ کیا! گئے تو پلٹ کر سلام ہے نہ دُعا — یہ کیا! کسی سے کوئی ربط و ضبط ہی نہ رہا
عریضہ خاک لکھیں ہم، نہ کچھ اتہ نہ پتا — اگر کسی سے کبھی پوچھ لیں ہنسے دنیا
کوئی بتائے یہ کیا طرزِ غمگساری ہے
یہاں تو دل کی کراہوں پہ سنگ باری ہے

ابھی طنابِ نفس میں بندھی ہوئی تھی حیات — اجل نے بند جو کھولے بدل گئے دن رات
ابھی لبوں کا تبسّم تھے نقرئی لمحات — اجل نے سانس جو لی زہر بن گئے حالات
چلی ہوائے تغیّر گلاب ٹوٹ گیا
تڑپ کے رہ گئیں موجیں حباب ٹوٹ گیا

www.emarsiya.com

ابھی تو شاخِ جوانی پہ تھا گلاب کا پھول　　ابھی تو گیسوئے خوشبو میں تھا شباب کا پھول
کمال تھا وہ کسی چشمِ انتخاب کا پھول　　جسے بنایا گیا موت کی کتاب کا پھول
چمن سے پوچھیے، فصلِ بہار کی فرقت
خزاں کا نام ہے اک گلعذار کی فرقت

وہ گلعذار جسے شمعِ انجمن کہیے　　وہ روشنی جسے مہتاب کا بدل کہیے
وہ چاند جس کو تخیّل میں سیم تن کہیے　　وہ ایک لفظ جسے حاصلِ سخن کہیے
زمانے والوں نے کیوں اُس پہ خاک ڈالی ہے
سخنورو، یہ طبیعت کی پائمالی ہے

اُٹھا کے بھائی کی میّت پکارتا ہے کوئی　　یہ کیا ہوا مرے ہاتھوں میں جان ہی نہ رہی
رچی تھی جس کے خیالات میں شگفتہ دلی　　وہ یوں نگاہ پھرا کر گیا کہ بات نہ کی
شکستِ قلب کو پابندیِ رضا کہیے
یہی ہے صبر تو مجبوریوں کو کیا کہیے

کوئی بہن کسی گوشے میں کر رہی ہے کلام　　کہاں گیا مرا بھائی، تمام گُل اندام
ہواؤ، تم ہی بتا دو وہ زندگی کا مقام　　جہاں پہ اب مرے مانجائے نے کیا ہے قیام
یہ درد و غم کی صدائیں بھی کامیاب نہیں
بہن پکار رہی ہے کوئی جواب نہیں

لباسِ بیوگی پہنے ہوئے کوئی غمگیں　　کسی خیال کے بادل سے دیکھتی ہے زمیں
زمیں پہ ٹانکتی ہے گرم آنسوؤں کے نگیں　　کہ جیسے اب یہی دولت ہے اور کچھ بھی نہیں
سنہری کرنیں جو آنگن سے دُور جاتی ہیں
نگاہیں در کی طرف جا کے لوٹ آتی ہیں

بصد حجاب یہ کہتی ہے چار دن کی دلھن　　یہ کس خطا پہ مقدّر نے کر دیا برہن
عجب نظارۂ عبرت ہے زندگی کا چمن　　ابھی خوشی کی تمنا ابھی غموں کی لگن
ہر اِک مذاقِ سخن خاک پر عبارت ہے
چراغِ خانہ ہستی چراغِ تربت ہے

یہی ہے رسمِ محبت تو بس، خدا حافظ　　اسی کا نام ہے اُلفت تو بس، خدا حافظ
اگر یہی ہے مروّت تو بس، خدا حافظ　　ملیں گے روزِ قیامت تو بس، خدا حافظ
کبھی تو شیشۂ ہستی بکھر ہی جائے گا
ہمارا وقت بھی آخر گذر ہی جائے گا

ضعیف ماں کا کلیجہ، جوان لال کا داغ　　فصیلِ درد پہ مجبور زندگی کا چراغ
نظر کے ساتھ ہے اب اُس کی جستجو میں دماغ　　ہُما کی طرح مقدر نہیں ہے جس کا سراغ
جگر کی آگ پہ صبر و رضا کا پانی ہے
نفس نفس غمِ شبیرؑ کی کہانی ہے

حقیقتاً غمِ شبیرؑ ہے معالجِ غم　　زمانے بھر کے لئے زخمِ مدح کا مرہم
یہ غم نہ ہو تو نکل جائے آدمی کا دم　　بیان کرتا ہے عباسِؑ نامور کا علم
کہاں ہے درد کا دریا فرات سے پوچھو
غموں کی دھوپ حسینیؑ ثبات سے پوچھو

وہ امتحان کی منزل، وہ کربلا، وہ حسینؑ　　وہ قتل گاہ، وہ خنجر، وہ اشقیا وہ حسینؑ
قدم قدم وہ جفاؤں کی انتہا وہ حسینؑ　　وہ گرم ریت، وہ انصار و اقربا وہ حسینؑ
ہزار زخم سہے، مسکرا کے شکر کیا
جوان شیروں کی لاشیں اُٹھا کے شکر کیا

www.emarsiya.com

سکونِ روح کے طالب یہ داستان سُنیں　　خلافِ ظلم ہے مظلوم کا بیان سُنیں
سُنیں حمیّت و غیرت کے پاسبان سُنیں　　حسینؑ نے جو دیا ہے وہ امتحان سُنیں
ہر آفتابِ عمل کربلا کی راہ میں ہے
تمام نوعِ بشر صبر کی پناہ میں ہے

کلیدِ صبر نے کھولے ہیں کائنات کے بھید　　نگاہ صبر پہ قربان ساغرِ جمشید
حسینؑ مرضیِ حق، مالکِ سیاہ و سپید　　تو پھر یقیں ہے کہ ہم بھی ہیں زندۂ جاوید
دعائے فاطمہؑ خوشبوئے جاودانی ہے
قضا پہ حیدری پھولوں کی حکمرانی ہے

بیانِ صبر ہے مقتل میں امتحانِ وفا　　جس امتحان سے زندہ ہے کاروانِ وفا
کھلا فرات پہ جس وقت بادبانِ وفا　　بقا کے رُخ پہ چلی کشتیِ جہانِ وفا
حسینیتؑ نے لکھا بادباں پہ یا عباسؑ
خدا نے دے دیا کشتی کو ناخدا عباسؑ

بڑھا تموّجِ غم، قحطِ آب کی صورت　　شعاعیں تیز ہوئیں آفتاب کی صورت
گرے رفیقوں کے لاشے گلاب کی صورت　　پڑھی حسینؑ نے دنیا، کتاب کی صورت
مصیبتوں کی ہوا نے چمن کو لوٹ لیا
ستمگروں نے غریب الوطن کو لوٹ لیا

بہن کے چاند لہو میں نہائے، صبر کیا　　اُٹھا کے میتیں خیمے میں لائے صبر کیا
بہن کی آنکھوں میں آنسو نہ آئے صبر کیا　　وہ چاند خود ہی گلے سے لگائے صبر کیا
فضائے ارض و سما سرد آہ بھرنے لگی
علیؑ کی روح نواسوں کو پیار کرنے لگی

دہکتی ریت پہ تازہ گلوں کا مرجھانا　　گلوں کا دوڑتے گھوڑوں کی راہ میں آنا
جہاں پہاڑ ہیں ایسی جگہ سکوں پانا　　عبا میں لاشۂ قاسمؑ کو باندھ کر لانا
دل و دماغ شہِ مشرقین زندہ باد
مورّخوں نے پکارا حسینؑ زندہ باد

وہ اہلِ بیتؑ وہ لاشیں وہ درد کا منظر　　وہ طبلِ جنگ وہ خیموں کے سامنے لشکر
بڑھے جو اذنِ وغا کے لئے علیؑ اکبر　　سوال بن گئی عباسِؑ نامور کی نظر
نجف کی سمت مڑے اور کہا قیامت ہے
غلام زندہ ہے، بابا بڑی ندامت ہے

امامِ وقت سے مجبور ہو گیا ہوں حضورؑ　　کمالِ ضبط کے کانٹوں پہ چل رہا ہوں حضورؑ
عجب محافظِ اولادِ مصطفیٰؐ ہوں حضورؑ　　اُجڑ رہا ہے بھرا باغ دیکھتا ہوں حضورؑ
تلاش سے بھی نہ کوئی عدوئے دیں ملتا
میں کیا کروں مجھے اذنِ وغا نہیں ملتا

جو زندگی کے اُجالے تھے وہ شہید ہوئے　　جو کھلنے کھیلنے والے تھے وہ شہید ہوئے
جو منفرد تھے، جیالے تھے، وہ شہید ہوئے　　جو میری گود کے پالے تھے وہ شہید ہوئے
رگوں میں حسرتِ پیکار خون روتی ہے
مری طرح مری تلوار خون روتی ہے

یہ کہہ کے رکھ دیا سبطِ نبیؐ کے پاؤں پہ سر　　رسولِؐ پاک کے نورِ نظر، کرم کی نظر
عطا ہو میرے مسیحا، دوائے دردِ جگر　　میں کیا جیوں گا جو رخصت ہوئے علی اکبرؑ
یہ کائنات ہے آلِ بتولؑ کا صدقہ
مجھے سمجھیے شبیہِ رسولؐ کا صدقہ

www.emarsiya.com

ہر ایک سانس ہے اس وقت شیشۂ احساس — کہ جیسے سامنے لمّاں کھڑی ہوئی ہیں اُداس
میں سُن رہا ہوں یہ الفاظِ غم بہ لہجۂ یاس — حجاب آتا ہے بنتِ نبیؐ سے اے عباسؑ
تمام زخمِ جگر صبر سے رفو بھی ہوئے
جو خوش نصیب تھے وہ آج سرخرو بھی ہوئے

کہا حسینؑ نے، اے ماہتابِ آلِ عبا — خدا نے تم کو بنایا ہے آفتابِ وفا
سمجھ رہا ہوں تمہیں کس قدر ہے جوشِ وغا — یہ ضبطِ نفس ہے بالکل جہادِ شیرِ خدا
بساطِ جنگ اُلٹنے میں کامیاب ہو تم
یہ دشت جانتا ہے ابنِ بوترابؑ ہو تم

مگر مجھے یہ بتاؤ مرے حسینؑ شناس — رہے گا کون مصائب میں اہلبیتؑ کے پاس
خیالِ رخصتِ اکبرؑ پہ ہو رہے ہو اُداس — مری نگاہ سے دیکھو ذرا وہ منظرِ یاس
یتیم بچوں کو دُنیا طمانچے مارے گی
ردا چھنے گی تو، زینبؑ تمہیں پکارے گی

یہ بات سُن کے جلالت کی سرخیاں اُبھریں — لہو کے رنگ میں غیرت نے کروٹیں بدلیں
پکارے سوکھے ہوئے ہونٹ کوئی پیاس نہیں — علیؑ کا شیر اُلٹ دے گا کربلا کی زمین
چلے گی سیفِ اجل، حشر بالیقیں ہو گا
ردا چھنے گی تو عباسؑ بھی نہیں ہو گا

فضائے دشت پہ غازی کی غیظ بار نظر — زبانِ حال سے دُنیا کو دے رہی تھی خبر
اگر خیام کی جانب بڑھیں گے بانیِ شر — تو پھر کہاں کوئی عباسؑ اور کوئی اکبرؑ
تمام اہلِ وفا خون میں نہائیں گے
ردائے دخترِ خیبر شکن بچائیں گے

ادب کے ساتھ کہا اب نہ روکیے سرکارؑ — سیاہِ شام ہے اب اور غلام کی تلوار
ملاحظہ کریں آقا نظارۂ خونبار — لگاؤں گا میں لعینوں کی موت کا بازار
دعائے حیدرِ کرارؑ کا اثر ہوں میں
مگر بغیرِ اجازت، شکستہ پر ہوں میں

نبیؐ کے لال کی آنکھوں میں آ گئے آنسو — گلے لگا کے یہ فرمایا، اے مرے خوشخو
یہ میرے شیر کی آنکھیں شجاعتوں کے سبو — یہی سُبو ہیں جو دیتے ہیں بندگی کو نمو
یہ فرطِ غیظ بھی فتح و ظفر کی آیت ہے
مگر یہاں تو بڑے ضبط کی ضرورت ہے

میں جانتا ہوں اجازت تمہیں جدوں اکبار — بوقتِ عصر بدل جائے نقشۂ پیکار
میں جانتا ہوں اگر تم نے کھینچ لی تلوار — تو پھر نہ کوفے کی منزل، نہ شام کا دربار
خلافِ امرِ مشیّت ہمارا کام نہیں
جہادِ صبر ہے بھائی، یہ انتقام نہیں

جہادِ صبر نہ ہوتا تو دیکھتی دُنیا — نظر نہ آتی یہ سرکش یہ سر پھری دُنیا
گروہِ دیں کے مقابل کہاں تھی دنیا — علیؑ کے شیر اُلٹ دیتے شام کی دُنیا
مگر یہاں تو نمازِ وفا ادا ہو گی
خدا کے دین کی پہچان کربلا ہو گی

یہ کربلا کا تقاضا ہے میرے غیرت دار — کہ اب فرات پر قبضہ کرے مرا جرّار
مگر یہ شرط ہے قبضے سے دور ہو تلوار — دفاع کے لئے نیزہ ہو صرف اک ہتھیار
یہ جنگ عرصۂ ہستی میں امتیازی ہے
جہادِ سیف نہیں ہے، مزاج سازی ہے

www.emarsiya.com

تمام زورِ شجاعت ہو اور ضبط کرے　　اک انقلاب کی طاقت ہو اور ضبط کرے
تمام پیکرِ جرأت ہو اور ضبط کرے　　رگوں میں حیدریؑ غیرت ہو اور ضبط کرے
یہی ادا تو شعورِ وفا کی آیت ہے
اسی کا نام اولوالامر کی اطاعت ہے

سُنو سُنو، درِ خیمہ پہ العطش کی صدا　　کہ جس طرح کوئی معصوم ہو قریبِ قضا
بُلا رہی ہے سکینہؑ تمہیں، چلو بھیّا　　بلائیں لے کے دُعا دے گی ثانیِ زہراؑ
فرازِ دوشِ سعادت علم سجا کے چلو
بہن کے سامنے جانا ہے، مسکرا کے چلو

علم جو دوش پہ رکھا تڑپ اُٹھے عباسؑ　　جلال، ضبط میں بدلا تو رو دیے عباسؑ
میں کیا کہوں سوئے خیمہ رواں ہوئے عباسؑ　　یہ حال تھا کبھی ٹھہرے، کبھی چلے عباسؑ
وہ اضطراب کی لو، زندگی کی مشعل میں
نگاہ خیمے کی جانب، خیال مقتل میں

بالاختصار وہ خیمہ وہ اِک مرقعِ غم　　دُعا میں ثانی زہراؑ جلو میں اہلِ حرم
وہ الوداع کا غل پیشِ خیمۂ ماتم　　وہ سب سے پیاری بھتیجی کے اشک زیرِ علم
ملی جو سوکھی ہوئی مشک تھرتھرانے لگے
چراغِ ضبط میں دل کا لہو جلانے لگے

سلامِ رخصتِ آخر قیامتِ صغرا　　کوئی زمین پہ تڑپی، کسی کو غش آیا
کسی کے اشک پکارے، کب آیئے گا چچا　　کسی نے کروٹیں بدلیں تو ہل گیا جھولا
فضائے درد میں عباسؑ آہ بھر کے چلے
کلیجہ ہل گیا اصغرؑ کو پیار کر کے چلے

اب امتحانِ وفا کو ملا نیا انداز　　نئے شعور سے اُبھری حیات کی آواز
سخن طراز ہوئے کائنات کے جانباز　　حسینیتؑ نے بشر کو دیا ہے یہ اعزاز
حقیقتوں کی جو دل میں اُمنگ ہوتی ہے
بغیر تیغ بھی فوجوں سے جنگ ہوتی ہے

کیا جو سبطِ رسالتؐ پناہ نے رخصت　　اب ایک نیزہ تھا اور فوجِ شام کی کثرت
مگر وہ شیرِ الٰہی کے شیر کی ہیبت　　حواس گم ہوئے، چہروں سے اڑ گئی رنگت
تمام فوج کی نظروں کے تار ٹوٹ گئے
مقابلے کی ہوا تھی، پسینے چھوٹ گئے

بھرا تھا جنبش نیزہ میں ذوالفقار کا رنگ　　وہ رنگ جس نے دیا موت کو بہار کا رنگ
گرے سبوئے تکبر، گیا خمار کا رنگ　　اڑا نہ یوں کسی فوجِ ستم شعار کا رنگ
علم کے سائے میں نیزے کی لہر کیا کہیے
کلیمِ طور پکارے مرا عصا کہیے

غضب تھا پنجۂ عباسؑ نامور کا کمال　　کہ جیسے قبضۂ حیدرؑ میں سب جدال و قتال
سمجھ رہا تھا جو مرکب شہِ وفا کا خیال　　مثالِ گردشِ نیزہ بنائی اپنی چال
حصارِ نیزہ و مرکب جہاں جہاں دیکھا
لبِ اجل پہ تبسّم وہاں وہاں دیکھا

گرج رہے تھے جو دستے وہ دست و پا سے گئے　　بنے ہوئے تھے جو دیوار اک ہوا سے گئے
جو انتہا کے جری تھے وہ ابتدا سے گئے　　صدائے غیرت و کردار تھی بلا سے گئے
اضافہ ہو گیا تاریخ کے حوالوں میں
ملے فرار کے نقشے بڑے رسالوں میں

www.emarsiya.com

کھلا فرات کا ساحل ہٹی ذلالتِ شام — علم کو دیکھ کے موجیں اُٹھیں برائے سلام
عجب نہیں جو یہ کہتا ہو اسپِ نیک انجام — یہ ہے دعائے سکینہؑ، یہ ہے عطائے امامؑ
جو حکمِ سبطِ پیمبرؐ پہ جان دیتا ہے
وہ شخص فوج سے دریا بھی چھین لیتا ہے

علیؑ کے شیر نے ساحل پہ نصب کر کے علَم — بھرا جو مشک میں پانی، بڑھی حرارتِ غم
اُٹھا کے چلّو میں اتنا کہا بدیدۂ نم — تجھے نہ منہ سے لگاؤں گا میں خدا کی قسم
ترے وقار کا اب کیا سوال رہتا ہے
حسینؑ پیاسے ہیں اور تو زمیں پہ بہتا ہے

گرا کے چلّو سے پانی، کیا فرس سے سوال — بتا دے میرے وفادار کیا ہے تیرا خیال
کہا فرس نے اشارے سے اے علیؑ کے نہال — تمہارا حکم ہے اب میری زندگی کا مآل
کہو تو پیاس بجھا لوں، فنا کی بستی میں
کہو تو نام لکھا لوں بقا کی بستی میں

پھرایا منہ جو فرس نے فرات شرمائی — ہر ایک موج تڑپ کر حجاب میں آئی
سپاہِ شام نے پائی تمام رُسوائی — فرس کی بات بھی انساں کی بات کہلائی
گلے لگایا عبارت کے شاہکاروں نے
سنہری لفظ دیے واقعہ نگاروں نے

سنبھالی مشک علمدارؑ نے مُڑا رہوار — علَم کو زینتِ شانہ کیا بہ عز و وقار
اِدھر خیام کی جانب سواریِ جرّار — اُدھر گھٹا کی طرح آ گئے سیہ کردار
خبر جو تھی کہ بہادر کے پاس تیغ نہیں
پکارے لوگ، بڑھو اب کوئی دریغ نہیں

وہ چار سمت سے حملے وہ برچھیاں وہ تبر — کہیں سے تیروں کی بارش ہوئی کہیں پتھر
وہ ایک نیزہ ابھی تک جو تھا جری کی سپر — وہ یوں تھا مشک پہ جس طرح باوفا کی نظر
جھکے ہوئے تھے فرس پر ہلال کی صورت
برائے مشک تھے عباسؑ ڈھال کی صورت

کبھی خیال، سرِ خاک گر نہ جائے علم — کبھی یہ فکر لگے مشک پر نہ تیرِ ستم
نتیجہ ایسی حفاظت کا کس طرح ہو رقم — تمام زخموں پہ لشکر نے رکھ دیا مرہم
کمر پہ برچھیاں اور پہلوؤں پہ بھالے تھے
مگر علم کی طرح مشک کو سنبھالے تھے

علَم بلند رہا مطمئن رہے شبیرؑ — علم کو جھکتے ہوئے دیکھ کر جھکے شبیرؑ
گذر رہی ہے کہاں کیا، سمجھ گئے شبیرؑ — کبھی اُٹھے کبھی بیٹھے کبھی گرے شبیرؑ
خیال تھا کہ ابھی درد کو اثر نہ ملے
علم گرا ہے سکینہؑ کو یہ خبر نہ ملے

یہاں علم کی حفاظت کا کام ختم ہوا — سنبھالتا جو علم اب وہ ہاتھ ہی نہ رہا
کٹا وہ دوسرا بازو، وہ گرز سر پہ لگا — وہ تیر مشک میں اُترا وہ دل بھی ٹوٹ گیا
کٹے رکابوں کے تسمے تو جھوم کر آئے
قیامت آ گئی عباسؑ خاک پر آئے

جہاں تھا مشک کا پانی، وہاں جری کا لہو — جہاں جنازۂ حسرت، وہاں وفا کا وضو
گرے جو مشک پہ غازیؑ کے خوں بھرے آنسو — خود اپنے پھول پہ گویا نثار تھی خوشبو
گیا نہ خیمے میں پانی یہ آرزو لکھ دی
جو دل میں تھی سرِ مقتل وہ گفتگو لکھ دی

www.emarsiya.com

بدن کے زخموں کی تحریر کوئی پڑھ سکتا — جری نے اہلِ مدینہ کو یہ پیام دیا
اگر کبھی مری اماں نے واقعہ پوچھا — بتاؤ کیسے لڑا وہ مرا جری بیٹا
ادب سے اتنا بتا دینا اُن کی خدمت میں
پسر نے ہچکیاں لی ہیں وغا کی حسرت میں

کوئی عجب نہیں یہ بات کہہ رہا ہو علم — سُنیں گے فاتحِ خیبر یہ جاں گدازیِ غم
پڑے ہوئے ہیں جو بازو مرے قریب اس دم — یہی ہیں عالمِ انساں کی غیرتوں کا بھرم
بھنور سے کشتیِ ایماں بچا کے لائے ہیں
یہی وہ ہاتھ ہیں جو آج کام آئے ہیں

عجب نہیں کہ یہ آتی ہو شکل سے آواز — کوئی بقیع میں جا کر کہے بہ عجز و نیاز
جنابِ فاطمہؑ بنتِ نبیؐ فلک افراز — حضورؑ آپ کے عباسؑ پر خدا کو ہے ناز
تمام نور کا ماہِ تمام ہے عباسؑ
دلِ حسینؑ کی دھڑکن کا نام ہے عباسؑ

نفیرِ فوج بجی، فوجِ شام میں اکبار — کہ جیسے لُٹ گئی آلِ رسولؐ کی سرکار
خموش ہو گئی خیموں میں عترتِ اطہار — کہ جیسے گر گئی ڈھارس کی آخری دیوار
فغاں کا شور بھی مایوسیوں نے توڑ دیا
بچیں گے سبطِ نبیؐ یہ خیال چھوڑ دیا

حسینؑ لاشِ برادر پہ اس طرح پہنچے — کہ جیسے روشنی ظلمت میں روشنی سے ملے
لہو بھرے ہوئے ہونٹوں سے چند لفظ سُنے — حضورؑ آئے ہیں اب کس طرح غلام اُٹھے
بدن میں دم ہی نہیں کیسے احترام کروں
وہ میرے ہاتھ کہاں ہیں اُنہیں سلام کروں

حضور کیسے کہوں کچھ نظر نہیں آتا — حضور آپ کی آواز بن گئی چہرا
حجابِ چشم کئی تیر ہیں مرے آقا — یہ دل کی بات ہے شاید نظر ملا نہ سکا
مجھے خوشی ہے جو بے چینیاں اُٹھاتا ہوں
سکینہؑ پیاسی ہے یہ داغ لے کے جاتا ہوں

حسینؑ دیکھ رہے تھے کہ روشنی نہ رہی — جگر کے درد نے تڑپایا دلکشی نہ رہی
جہاں میں تازگیِ گلشنِ علیؑ نہ رہی — جو سامنے تھی ابھی تک وہ زندگی نہ رہی
قضا کی سیج پہ خاموش ہو گئے عباسؑ
خود اپنے خون کی چادر پہ سو گئے عباسؑ

حسینؑ لاشۂ غازی سے اس طرح اُٹھے — کمالِ صبر پکارا حسینؑ کے صدقے
اُٹھا کے بھائی کے بازو جو بھائی نے چومے — علم پکارا پھریرے کے سُرخ ہونٹوں سے
وفا کی راہ میں یوں کوئی کامیاب نہیں
حسینؑ آپ کے عباسؑ کا جواب نہیں

یہ نفسیات کا آئینہ سخن قیصرؔ — جہانِ مرثیہ گوئی میں ہے جدید سحر
پڑے نہ ضربِ تعصّب جو دل کے شیشے پر — ضرور قدر کرے گی ادب شناس نظر
وہ زندگی جو غمِ کربلا سے باہر ہے
قسم خُدا کی شعورِ وفا سے باہر ہے

◆◆

www.emarsiya.com